

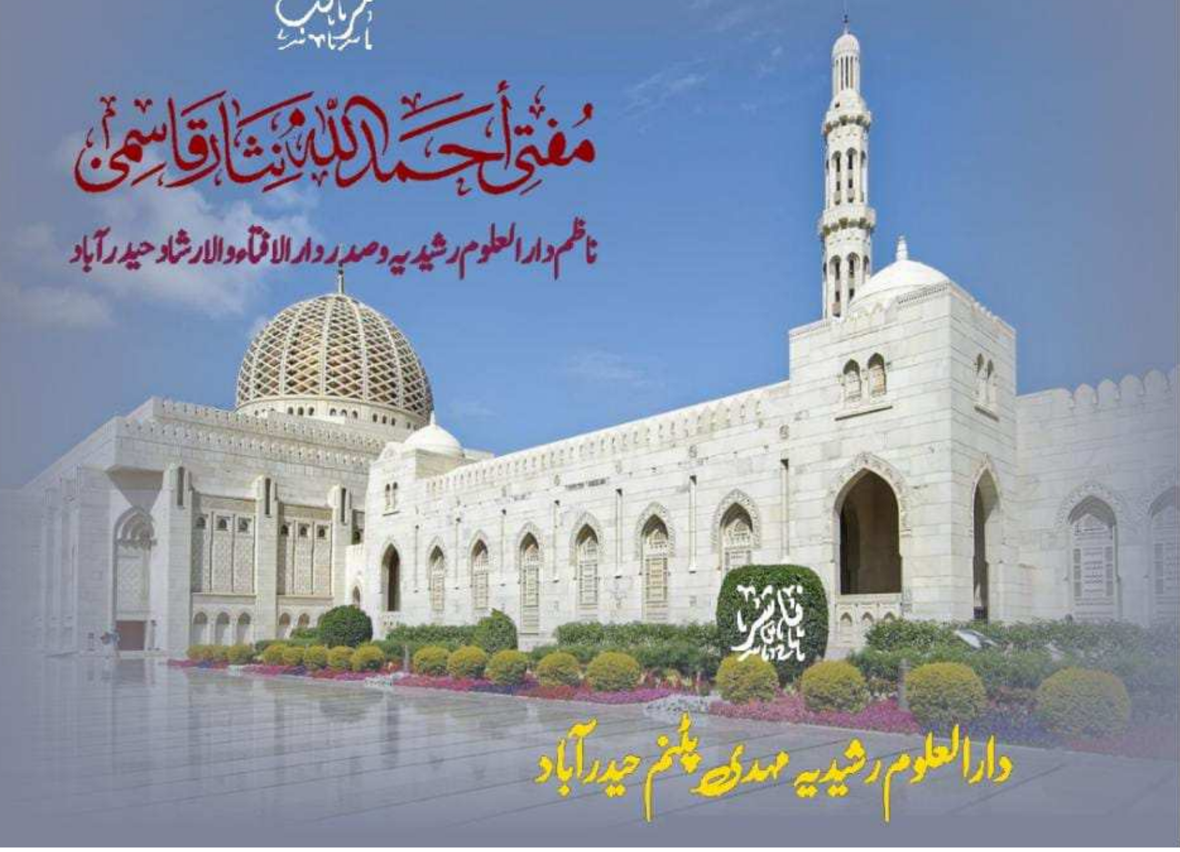
ماہِ صفر المظفر

کی شرعی و تاریخی حیثیت

ترتیب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دار العلوم رشیدیہ وصدر دار الافتاء والارشاد حیدر آباد



دار العلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدر آباد

ماہِ صفر المظفر
کی شرعی وتاریخی حیثیت

مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

ناشر
دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

فہرس

ماہِ صفر المظفر کی شرعی و تاریخی حیثیت

عنوان سے متعلق آیات

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ (۱)

فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۲)

عنوان سے متعلق حدیث

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ ﷺ "لاعدویٰ ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر"۔اخرجہ البخاری ومسلم وزاد مسلم ولا نوع ولا غول۔(۳)

ماہ صفر کی وجہ تسمیہ

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ صفر المظفر ہے، صفر کے معنیٰ "خالی ہونا" کے آتے ہیں، اس مہینے کو صفر کہنے کے متعلق مختلف اقوال ہیں [۱] اس ماہ میں اہل مکہ سفر کرتے تھے اور مکہ

(۱)سورۃ النمل، آیت :۴۷

(۲)سورۃ الاعراف آیت :۱۳۱

(۳)صحیح بخاری کتاب الطب لاہامۃ ۱۰/ ۲۶۵، رقم الحدیث ۵۷۵۷، صحیح مسلم باب لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر ولا نوع ولا غول ۷/ ۴۷۱، رقم الحدیث :۱۰۲۔ سنن أبی داؤد، کتاب الطب باب فی الطیرۃ ۴/ ۱۷، سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب ما کان یعجبہ ویکرہ الطیر ۲/ ۱۷۱، مسند احمد بن حنبل ۱/ ۱۷۴

میں لوگوں کی تعداد ''صفر'' ہو جاتی تھی۔ [۲] حرمت والے مہینے (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم) گزرنے کے بعد لوٹ مار کا بازار گرم ہو جاتا اور چور ڈاکو لوگوں کو لوٹ کر ان کی جمع پونجی ''صِفر'' کر دیتے تھے۔(۱)

[۳] شیخ علیم الدین سخاوی نے اپنی کتاب ''المشهور في أسماء الأيام والشهور'' میں لکھا ہے: 'صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً اُن کے (اہل عرب) گھر خالی رہتے تھے اور وہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے، جب مکان خالی ہو جاتے تو عرب کہتے تھے: ''صَفَرَ المَكَانُ'' مکان خالی ہو گیا۔

[۴] بعض لوگ کہتے ہیں کہ صفر کے معنی خالی ہونا اور چونکہ یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں سے خالی ہوتا ہے، اس واسطے اسے صفر کہتے ہیں حالاں کہ یہ غلط عقیدہ ہے۔

صفر المظفر کہنے کی وجہ

''صفر'' کیساتھ ''مظفر'' کا ملانا جائز ہے کوئی بدعت نہیں ہے، اس کی دو وجہیں ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کی تردید میں کہا گیا جن لوگوں نے اس مہینہ کو منحوس سمجھ کر یہ عقیدہ گڑھ رکھا ہے کہ اس ماہ میں جو کام بھی کیا جائے ناکام ہوگا، وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ انبیاءؑ پر بھی جو مصیبتیں آئیں وہ صفر ہی کا مہینہ تھا، چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام نے جس ممنوعہ پھل کو کھالیا تھا وہ صفر کے مہینہ میں تھا، نمرود نے جس وقت حضرت ابرہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا وہ صفر کا مہینہ تھا، حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری صفر کے مہینہ میں آئی، اسی طرح دیگر انبیاءؑ پر جو بلائی و مصیبتیں نازل ہوئی وہ صفر کا مہینہ تھا، ہابیل نے قابیل کو صفر کے مہینے میں قتل کیا تھا، حالاں کہ جس طرح دیگر مہینوں کو اللہ نے بنایا ایسے ہی ماہِ صفر کو بھی اللہ ہی نے بنایا، اس ماہ میں بلا اور مصیبت کے نازل ہونے کا عقیدہ رکھنا اللہ رب العزت کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔

---

(۱) لسان العرب لا ابن منظور: ۴/ ۴۶۲

حدیث قدسی میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ انسان مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، وہ زمانے (وقت مہینے) کا گالی دیتا ہے، حالاں کہ دن کارات کا نظام میں چلاتا ہے ہوں"

قال الله عزوجل یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر أقلب اللیل والنھار (۱)

"مظفر" یعنی جو کام بھی کیا جائے گا کامیاب ہوگا، لہٰذا "مظفر" کا ملانا تردیداً ہے عقیدتاً نہیں ہے، یہ مطلب نہیں کہ صفر میں ہونے والے کام ہی کو کامیاب سمجھا جائے اور بقیہ دنوں میں ہونے والے کام کو ناکام سمجھا جائے۔

دوسری وجہ نیک فالی کے طور اگر کوئی شخص کسی بابرکت وقت یا دن میں کسی کام کے انجام دینے کو باعثِ برکت سمجھتا ہے تو یہ از روئے شرع منع نہیں ہے؛ کیوں کہ شریعت نے بدفالی سے منع کیا ہے اور نیک فالی کو پسند کیا ہے، چنانچہ حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں" شریعت نے اس مہینے کو صفر المظفر (کامیابیوں والا مہینہ) اور صفر الخیر (بھلائی والا مہینہ) قرار دیا ہے۔(۲)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ بدفالی کوئی چیز ہے نہ الو کا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے نہ صفر کچھ ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ مسلم میں یہ بھی ہے کہ نچھتر کوئی چیز ہے نہ بھوتن (بھوت پریت)۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لاعدویٰ ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر اخرجاہ وزاد مسلم ولا نوع ولا

(۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۵۲، کتاب تفسیر القرآن، باب ومایھلکنا الا الدھر الایۃ

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد اول صفحہ: ۳۶۰

غول۔(۱)

(۱) عدویٰ سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ بیماری از خود ایک مریض سے دوسرے مریض کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔آپ ﷺ نے اس کی تردید کی اور بتایا کہ کوئی بھی بیماری ہو جب تک اللہ کا حکم اور اس کی مرضی اور اجازت نہ ہو دوسرے کو نہیں لگتی اور اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اور مرضی ہو تو خواہ اس طرح کا مریض ہو یا نہ ہو، وہ لاحق ہو جاتی ہے۔

اس تعدیہ کے متعلق ایک دیہاتی نے جب آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ : یارسول اللہ! اونٹ ریتیلے علاقوں میں بالکل ہرنوں کے مانند تیز و طرار ہوتے ہیں کہ کوئی بیماری انہیں نہیں ہوتی، ان میں ایک خارش زدہ اونٹ آ کر گھل مل جاتا ہے، وہ سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے (یہ تو تعدیہ ہوا) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا :"فمن أعدی الأول؟" پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے ہوئی؟ یعنی جب پہلے اونٹ کی خارش من جانب اللہ ہے تو ان تمام کا خارش زدہ ہونا بھی اسی کی جانب سے ہے۔

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلىَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ» :لاَ عَدْوَى وَلاَ صَفَرَ وَلاَ هَامَةَ« فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ :يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا بَالُ إِبِلِي، تكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ، فَيَأْتِي البَعِيرُ الأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا؟ فَقَالَ : »فَمَنْ أَعْدَى الأَوَّلَ؟ (۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "کوڑھی سے دور بھاگو جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہو"۔

(۱)صحیح بخاری کتاب الطب لاہامة ۱۰/۲۶۵، رقم الحدیث ۵۷۵۷، صحیح مسلم باب لا عدویٰ ولا طیرة ولا ہامة ولا صفر ولا نوع ولا غول ۴۷۱/۷، رقم الحدیث :۱۰۲۔ سنن أبی داؤد، کتاب الطب باب فی الطیرة ۱۷/۴، سنن ابن ماجه کتاب الطب باب ما کان یعجبه ویکره الطیر ۱۷۱/۲، مسند احمد بن حنبل ۱۷۴/۱

(۲) صحیح بخاری، باب لاصفر وهو دواء یاخذ البطن، رقم الحدیث :۵۲۸۷

فِرَّ مِنَ المجذُومِ کَما تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ(۱)

مذکورہ حدیث نبوی ﷺ سے چھوت اور بیماری کے ایک دوسرے کو لگنے کا ثبوت ملتا ہے اور عقل وطب چھوت کی نفی نہیں کرتی ہیں بل کہ دونوں سے ثابت ہے کہ بعض بیماریوں میں چھوت کی قوت ہے مثلاً زکام، دق اور کوڑھ وغیرہ، جب کہ دوسری حدیث سے اس کی نفی ہوتی ہے، ان دونوں کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے؟

عقل وطب اور متعدد تجربات سے جو بات ثابت ہے شریعت اسلامیہ اس کی نفی نہیں کرتی؛ لہٰذا صورتِ تطبیق یہ ہے کہ مشرکین کا جو یہ عقیدہ تھا کہ امراض بذات خود متعدی ہیں، تقدیر الٰہی ومشیت خداوندی کا اس میں دخل نہیں، اس کی نفی حدیث مذکور میں کی گئی ہے، اور جس حدیث میں چھوت کا اثبات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ومشیت کے مطابق مرض میں چھوت چھات ہوسکتی ہے، دوسرے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوڑھ کے مریض سے بھاگنے کا حکم اس لیے دیا تا کہ ساتھ رہنے والے کا عقیدہ خراب نہ ہوجائے، کیوں کہ جب ساتھ رہنے والا بھی بیمار ہوجائے تو وہ یہی سمجھے گا کہ یہ بیماری مجھے فلاں سے آئی ہے۔

لیکن حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم کے ساتھ کھانے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرکے کھاؤ، لہٰذا جس کا ایمان اتنا قوی ہے کہ وہ اسے وسواس اور اوہام سے باز رکھے اور اللہ تعالیٰ پر پوری طرح توکل کرنے والا بنادے، وہ متعدی امراض والوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں؛ لیکن جن کا ایمان اس درجہ کا نہیں ہے ان کے لیے اسے امراض سے اجتناب ودوری بہتر ہے، جیسا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا کہ ملک شام میں طاعون زدہ مقام پر نہیں گئے۔

(۲) آپ ﷺ نے "لاطِیَرَة" فرما کر واضح فرمادیا کہ بدشگونی بے حقیقت ہے، کسی کام کے برے ہونے یا نقصان کو دور کرنے یا کسی قسم کا فائدہ پہنچانے میں کسی بھی چیز کا بالکل کوئی دخل نہیں ہے، کامیابی وناکامی نفع ونقصان سب اللہ کے قبضے میں ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری، باب الجذام، رقم الحدیث: ۵۷۰۷

ایک روایت میں ہے:

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے، ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کے دل میں بدفالی والی بات نہ آتی ہو؛ مگر توکل کی برکت سے اللہ تعالی اس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔''

عن ابن مسعودﷺ مرفوعاً الطیرة شرک الطیرة شرک وما منا الا ولکن اللہّ یذهبه بالتوکل (۱)

البتہ نیک فالی اور نیک شگونی جائز ہے، جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، لیکن بد شگونی جرم عظیم ہے۔ اس سے بہت دور رہنا چاہیے اور دل میں اس قسم کا وہم پیدا ہو تو اس کو دور کرنا چاہیے اور اس کے سبب کسی کام سے رکنا نہیں چاہیے۔

عبدالرزاق مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

''بدشگونی و بدگمانی اور حسد یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن سے بچنا مشکل ہے لہذا جب کسی کام میں کوئی بدشگونی تمہیں تردد میں ڈالے تو بدشگونی کے سبب اس کام سے باز نہ آؤ، اور جب کسی سے حسد پیدا ہوا تو دل سے اسے دور کرو جب بدگمانی پیدا ہو تو اس پر یقین نہ کرو۔''

ثلاثة لا یسلم منهن احد الطیرة والظن والحسد فاذا تطیرت فلا ترجع واذا حسدت فلا تبغ واذ ظننت فلا تحقق۔

(۳) هامه الّو کو کہتے ہیں۔ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ جو عام لوگ رات کو الو کے بولنے پر برے برے اعتقاد رکھتے ہیں اور جس جگہ بولے اسے ویران ہونے والا بتاتے ہیں، اور اسی قسم کے خیالات جو الو کے بارے میں مشہور ہیں۔ دوم وہ جو عرب دور جاہلیت میں خیال کرتے تھے کہ جب کسی مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی کھوپڑی میں سے

---

(۱) سنن أبی داؤد کتاب الطب باب فی الطیرة ۱۷/ ۴، سنن الترمذی، أبواب ایسر باب ماجاء فی الطیرة ۱۹۴/ ۱، سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب ما کان یعجبہ الفال ۱۱۷۰/ ۲

ایک الو نکل کر پکارتا ہے ”اسقونی اسقونی“ مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ، جب بدلہ لے لیا جاتا تو وہ چپ ہو جاتا تھا۔ اس حدیث میں بدلہ لینے کا عقیدہ باطل ٹھہرایا گیا۔

ویرانی، الو سے نہیں ناانصافی سے ہے

مولانا رومی نے مثنوی میں ایک دلچسپ مگر سبق آموز کہانی ”ایک طوطا اور اسکی بیوی مینا“ کے عنوان سے لکھی ہے، ایک طوطے اور طوطی کا گزر ایک ویرانے سے ہوا، ویرانی دیکھ کر طوطی نے طوطے سے پوچھا کس قدر ویران گاؤں ہے؟ طوطے نے کہا ”لگتا ہے یہاں کسی اُلو کا گزر ہوا، جس کی نحوست سے بھرا گاؤں ویران ہو گیا“ اس وقت ایک الو بھی وہاں سے گزر رہا تھا جس نے یہ گفتگو سنی تو رک گیا اور بولا تم لوگ گاؤں میں مسافر لگتے ہو، آج رات میرے پاس ٹھہرو، کھانا کھاؤ، کل چلے جانا، الو کی محبت بھری دعوت کو دونوں نے ٹھکرانا مناسب نہ سمجھا اور رک گئے، صبح جب اظہار تشکر کے بعد دونوں چلنے لگے تو الو نے طوطی کو روک لیا کہ تم کہاں جا رہی ہو، طوطی بولی، طوطے کے ساتھ جا رہی ہوں، مجھے اس کے ساتھ ہی جانا ہے، الو نے کہا مگر تم تو طوطی نہیں میری بیوی ہو، یہاں رہو، طوطے کے ساتھ جانے کی ضد نہ کرو، طوطا بہت بگڑا اور کہنے لگا یہ تم کیا کہہ رہے ہو، اپنی ہیئت کذائی، رنگ دیکھو پھر طوطی کو اپنی بیوی کہو، ہمیں پریشان نہ کرو، جانے دو، معاملہ بڑھا تو الو نے تجویز پیش کی کہ آپس میں جھگڑنے کے بجائے ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں، قاضی کا فیصلہ ہم دونوں کو قبول ہوگا، یہ معقول تجویز سن کر طوطا مان گیا، تینوں قاضی کی عدالت میں پیش ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا، الو اور طوطے کی ساری داستان سن کر قاضی نے فیصلہ سنایا کہ ظاہراً الو کا موقف درست ہے، طوطا معقول شواہد پیش نہیں کر سکا، لہٰذا طوطی، طوطے کے ساتھ جانے کی ضد نہ کرے اور اُلو کی بیوی بن کر رہے، بے انصافی پر طوطا بہت تلملایا، مگر قاضی کا فیصلہ تھا ماننا پڑا اور طوطی کو چھوڑ کر اپنی راہ لی، طوطا ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اُلو نے اسے روکا اور کہا بھائی، اپنی طوطی تو لیتے جاؤ، جو تمہاری بیوی ہے، طوطا حیران ہو کر بولا اب مزید نہ مذاق کرو، نہ میرے زخموں پر نمک چھڑکو،

عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ میری نہیں، تمہاری بیوی ہے، اُلو نرمی سے بولا، نہیں دوست یہ میری نہیں، تمہاری بیوی اور طوطی ہے، تم کو مبارک ہو، میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ بستیاں اور گاؤں اُلو ویران نہیں کرتے، ویرانی تب ڈیرے ڈالتی ہی جب ان بستیوں سے انصاف اٹھ جاتا ہے اور بے انصافی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

سلف صالحین کے پاس کسی نے الو کی آواز سنی تو کہنے والے نے کہا : ''ان شاء اللہ خیر ہوگی''، تو انہوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہ : یہاں خیر وشر کی بات ہی نہیں کرنی چاہیے، الو بھی بقیہ پرندوں کی طرح ہی بولتا ہے، اسے خیر وشر کا کیا علم۔

(۴) و لا صفر: حضور اکرم ﷺ نے ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے والوں کے عقیدہ کی بھی تردید فرمائی، جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب یہ کہا کرتے تھے کہ ہر انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے، جس کو ''صفر'' کہا جاتا ہے ان کے گمان کے مطابق جب پیٹ خالی ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے تو وہ سانپ کاٹتا ہے اور تکلیف پہنچاتا ہے ان کا کہنا تھا کہ بھوک کے وقت پیٹ میں جو ایک قسم کی تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ اسی سانپ کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس کے اثرات ایک دوسرے میں سرایت کرتے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے گمان کے مطابق ''صفر'' ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو پیٹ میں ہوتے ہیں اور بھوک کے وقت کاٹتے ہیں، بسا اوقات ان کے سبب سے آدمی زرد رنگ کا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔

یہ سب بے اصل باتیں جن کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تیروں کے ذریعہ سے یا پرندوں کے ذریعہ سے قسمت آزمائی کی نفی فرمادی اور فرمایا : ''أقروا الطیور علی مکانتها'' (۱) کہ پرندوں کو اپنی جگہ بیٹھے رہنے دو، ان کو خواہ مخواہ اڑا کر فال نہ لو، اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مختلف اعتقادات بد اور زمانۂ

(۱) ابوداؤد: ۲۸۳۵

جاہلیت کے مختلف توہمات اور بدشگونیوں کو یوں رد فرمادیا ہے۔(مرقات)

(۵) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "ولا غول"(بھوت پریت کا کوئی وجود نہیں) یعنی اہل عرب کا یہ تصور بھی تھا کہ جنگلوں اور بیابانوں میں انسان کو بھوت پریت نظر آتے ہیں جو مختلف شکلیں دھارتے رہتے ہیں اور لوگوں کو گم کردۂ راہ کر دیتے ہیں اور ان کو بسا اوقات جان سے بھی مار دیتے ہیں، اس طرح اعتقادات اس دور میں دیہاتوں وغیرہ میں بہت پائے جاتے ہیں، آپ ﷺ نے ان سب خرافات کا انکار کر دیا۔(۱)

(۶) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "ولا نوء"(ایک ستارے کا غروب ہونا اور دوسرے کا طلوع ہونا) یا چاند کی مختلف منزلیں مراد ہیں، اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ بارش کو چاند کے مختلف برج یا منازل کے ساتھ منسوب کرتے تھے کہ چاند کے فلاں برج یا منزل میں ہونے سے بارش ہوتی ہے، یا فلاں ستارے کے طلوع ہونے یا غروب ہونے سے بارش ہوتی ہے، یعنی وہ بارش کی نسبت بجائے اللہ عزوجل کے ان ستاروں کی جانب کر دیتے، آپ ﷺ اس کا انکار فرمادیا۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ایک دفعہ فجر کی نماز پڑھائی، فجر سے پہلے بارش ہو چکی تھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا: تو ان لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا کہ: "اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ نے تو حالتِ ایمان میں صبح کی اور کچھ نے کفر و شرک کی حالت میں صبح کی، جنہوں نے یہ کہا کہ: اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی تو انہوں نے مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا انہوں نے انکار کیا اور جنہوں نے یہ کہا کہ: فلاں ستارے کے فلاں برج میں ہونے سے بارش ہوئی تو اس نے میرا انکار کیا اور ستاروں کے ساتھ اپنا ایمان وابستہ

---

(۱) اشعۃ اللمعات

(۲) ابوداؤد: ۳۹۱۲

کیا” وأما من قال مطرنا بنوء کذا و کذا فذلک کافر لی مؤمن بالکوکب “(۱) ستاروں اور سیاروں کی گردش اور ان کا طلوع وغروب ہونا بارش ہونے یا نہ ہونے کا ایک ظاہری سبب تو ہوسکتے ہیں ؛لیکن مؤثر حقیقی ہرگز نہیں ہوسکتے ،مؤثر حقیقی اور قادر مطلق محض اللہ جل شانہ کی ذات ہے(۲)

پچھلی قوموں کی بدشگونیاں

قرآن کریم میں سابقہ کافر قوموں کی بدشگونیوں کو واضح طور پر بیان کیا گیا کہ وہ اپنے او پر آنے والی مصائب وآلام کا ذمہ دار وقت کے انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو ٹھہراتے کہ یہ سب تمہاری نحوست سے ہوا ہے، چناں چہ :

[۱] موسیٰ علیہ السلام کی قوم ”بنی اسرائیل“ پر جب اللہ کی جانب سے انعام واکرام کی بارش ہوتی تو کہتے یہ سب ہماری بدولت ہے،لیکن جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی تو اسے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی نحوست قرار دیتے ،اللہ پاک نے ان کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! یہ نحوست اللہ کی جانب سے ان کے برے اعمال کی بدولت ہے۔فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الحسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۳)

[۲] قوم ثمود نے بھی یہی کہا : ”اے ثمود (علیہ السلام) ہم تجھے اور تیرے پیروکاروں سے بدشگونی لیتے ہیں“ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ (۴)

---

(۱)مسلم :۱۷۰

(۲)معارف القرآن تحت آیت

(۳)سورۃالاعراف آیت :۱۳۱

(۴)سورۃالنمل،آیت :۴۷

[۳] عیسیٰ علیہ السلام نے اہلیانِ "انطاکیہ" کی طرف تبلیغ دین کے لیے اپنے نائب بھیجے تو اہل انطاکیہ نے ان کی بات نہ مانی، ان کو زدوکوب کیا اور یہ کہا کہ ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں یعنی تمہارا یہاں آنا ہمارے لیے نحوست و بے برکتی کا باعث ہے۔ "قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱)

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ بدفالی کرنا اور کسی چیز کو نحوست جاننا باطل عقیدہ ہے۔

ماہِ صفر اور زمانۂ جاہلیت

اِسلام سے پہلے عرب کے کافر بھی اِس مہینے کو منحوس اور باعثِ نقصان سمجھتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ صفر ایک کیڑا یا سانپ ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے اُس کو قتل کر دیتا ہے اور دوسروں کے پیٹ میں بھی مُنتقل ہو جاتا ہے، یعنی چھوت کی بیماری کی طرح اِس کے جراثیم مُنتقل ہوتے ہیں، اور اِسی لیے اپنے طور پر ایک سال چھوڑ کر ایک سال میں اِس مہینے کو محرم سے تبدیل کر لیتے اور محرم کی حُرمت اِس پر لاگو کرتے کہ شاید حُرمت کی وجہ سے صفر کی نحوست کم یا ختم ہو جائے، اور دوسرا سبب یہ ہوتا کہ محرم کی حُرمت صفر پر لاگو کر کے محرم کو دوسرے عام مہینوں کی طرح قرار دے کر اُسمیں وہ تمام کام کرتے جو حُرمت کی بنا پر ممنوع ہوتے، حالانکہ تقدیری معاملات میں وقت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، ماہِ صفر بھی دیگر اوقات میں سے ایک وقت ہے، اس میں اچھائی برائی سب کچھ معمول کے مطابق ہوتا ہے۔ (۲)

---

(۱) سورۃ یٰسین، آیت: ۱۸

(۲) فتح الباری شرح صحیح البُخاری / الإمام الحافظ ابن حَجر العسقلانی، عُمدۃ القاری شرح صحیح البُخاری / عِلامہ بدر الدین العینی، شرح اِمام النووی علیٰ صحیح مُسلم، عَونُ المَعبُود شرح سُنن ابی داؤد / علامہ شمس الحق العظیم آبادی، الدیباج علیٰ صحیح مُسلم / امام السیوطی، فیض القدیر شرح جامع الصغیر / عبدالرؤف المناوی

دورِ فاروقی کا واقعہ

اسلام نے توہم پرستی کا خاتمہ کیا اور جو چیزیں زمانہ جاہلیت کی پیداوار تھیں ان تمام کو باطل کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک واقعہ پیش آیا۔ مصر میں زمانہ جاہلیت سے یہ توہم تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ایک کنواری خوبصورت لڑکی کو دریا میں ڈال دے تے تھے، اس عمل کو وہ اسی لیے انجام دیتے تھے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو دریائے نیل ٹھہر جائے گا اور پانی ختم ہو جائے گا، اس وجہ سے ان کا اعتقاد بھی اس میں مضبوط ہو گیا، جب اسلام اس سر زمین پر پہنچا اور حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مقرر کیے گئے تو یہی صورت حال پیش آئی، لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے اور اپنی سابقہ روایات کو ذکر کیے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، ایسا نہیں کیا جائے گا، پھر آپ نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا اور حالات سے واقف کروایا، حضرت عمرؓ نے ایک چھٹی لکھی اور کہا کہ اسے دریائے نیل میں ڈال دیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس چھٹی کو دریائے نیل میں ڈال دیا، پانی پوری روانی کے ساتھ بہنا شروع ہو گیا اور سارے لوگ حیران تھے، اس چھٹی میں حضرت عمر فاروقؓ نے لکھا تھا کہ: یہ اللہ کے بندے عمر کی طرف سے دریائے نیل کے نام: امابعد! اگر تو (اے دریائے نیل) از خود جاری ہوتا تھا تو مت ہو اور اگر اللہ واحد وقہار نے تجھ کو جاری کیا تو ہم اسی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھ کو جاری کر دے۔(۱)

سیدنا علیؓ کا واقعہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بار لشکر کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے، ایک شخص نے کہا کہ اس موقع پر سفر نہیں کرنا چاہئے؛ بل کہ فلاں گھڑی میں سفر کرنا چاہیے ورنہ شکست ہوتی ہے،

---

(۱) تاریخ الخلفاء لسیوطیؒ: ۱۱۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ جملہ سنا تو فرمایا لشکر والو! ابھی کوچ کرو، فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، چناں چہ لشکر نے اسی وقت کوچ کیا اور کامیاب ہو کر لوٹے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ہم اس کی بات مان لیتے اور اس کے بتائے ہوئے وقت پر سفر کرتے تو یہ شخص کہتا میری وجہ سے فتح ہوئی ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو اپنا حال جاننے کے لیے ہاتھ دکھایا، اس کی چالیس دن کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت کی بدشگونیاں

زمانہ جاہلیت میں عرب مختلف قسم کی توہم پرستیوں کا شکار تھے، ان میں شگون اور فال لینے کا بہت رواج تھا۔

کبھی پرندوں کو اڑا کر یہ فیصلہ کرتے کہ سفر جاری رکھنا چاہیے یا نہیں، اگر پرندہ دائیں سمت کی طرف جاتا تو اس کام یا سفر کو اچھا فال تصور کر کے جاری رکھتے، اور اگر بائیں سمت کو جاتا تو اس کام یا سفر سے نحوست اور بدشگونی سمجھ کر رک جاتے۔

ایک طریقہ یہ تھا کہ خانہ کعبہ میں تیر رکھے ہوئے ہوتے جن میں سے کچھ پر ''لا'' لکھا ہوتا، یعنی یہ کام کرنا درست نہیں، اور بعض میں ''نعم'' لکھا ہوتا یعنی یہ کام کرنا درست ہے، وہ اس سے فال نکالتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے۔

کبھی کسی کے نام سے بدشگونی لیتے تھے مثلاً اسود (سیاہ) ظالم (ظلم کرنے والا)۔

کبھی بعض آوازوں سے بدشگونی لیتے مثلاً کتا بھونکے تو یہ سمجھتے کہ بڑا شر آنے والا ہے۔

کبھی اُلّو سے بدفالی لیتے یعنی یہ کہتے کہ جسے قتل کیا جاتا ہے اس کی روح اُلّو بن جاتی ہے اور اپنا انتقام لینے کے لیے رات کو نکلتی ہے، اور جب تک اُس کا اِنتقام پورا نہیں ہوتا وہ اُلّو بن کر راتوں کو گھومتی رہتی ہے، اور سانپوں کے بارے میں بھی ایسا ہی عقیدہ تھا، اور کچھ اور معاشروں میں اسی قسم کا عقیدہ چمگادڑ وغیرہ کے بارے میں پایا جاتا ہے، عرب اپنے اِس باطل عقیدے کی وجہ سے اُلّو کی آواز کو بھی منحوس جانتے اور اُس کو دیکھنا بھی بدشگونی مانتے،

اسی طرح بعض ایام اور مہینوں کو بھی نحوست و بدشگونی کی نظر سے دیکھتے تھے۔
یہ تمام جاہلانا اور مشرکانہ طریقے تھے، اسلام نے ان سب کو سختی سے روک دیا۔

بدشگونی شرکِ اصغر ہے!

بدشگونی یعنی کسی چیز کو منحوس خیال کرنا شریعت میں سختی سے ممنوع ہے۔ چناں چہ:
سیدنا عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : بدشگونی لینا شرک ہے، بدشگونی لینا شرک ہے، بدشگونی لینا شرک ہے۔

اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ (١)

جامع ترمذی کے شارح مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں:
آپ کا فرمان بدشگونی شرک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بدشگونی (کسی چیز کو منحوس سمجھنا) نفع لاتی ہے یا نقصان دور کرتی ہے تو جب اُنھوں نے اسی اعتقاد کے مطابق عمل کیا تو گویا اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکِ خفی کا ارتکاب کیا اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور چیز بھی نفع یا نقصان کی مالک ہے تو اسنے شرکِ اکبر کا ارتکاب کیا۔
نبی کریم ﷺ نے دوسری جگہ فرمایا: جو شخص بدشگونی کے ڈر کی وجہ سے اپنے کسی کام سے رک گیا یقیناً اس نے شرک (اصغر) کا ارتکاب کیا۔

”مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ“(٢)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بدشگونی لے یا جس کے لیے بدشگونی لی جائے۔ یا جو (علم نجوم کے ذریعے) کہانت کرے یا جس کے لیے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جس کے لیے جادو کا عمل کیا جائے“۔

---

(١)ابو داؤد: ٣٩١٠

(٢)مسند احمد ٢: ٢٢٠/

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

"عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لم تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً(۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد پر اتارے گئے دین الٰہی کا انکار کیا"۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ :مَنْ أَتَى سَاحِرًا أَوْ كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ۔(۲)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں چار جاہلیت کی باتیں ایسی ہیں کہ انھیں نہ چھوڑیں گے۔(۱) اپنے حسب ونسب پر فخر کرنا۔(۲) دوسروں کے نسب پر طعنہ کرنا۔(۳) تاروں سے بارش کا اعتقاد رکھنا۔(۴) مردوں پر نوحہ کرنا۔ پھر فرمایا جو عورت نوحہ کرے اور موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے روز قیامت تارکول کا کرتا اور خارش کی کرتی پہنائی جائے گی۔"

عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ ان رسول االله ﷺ قال اربع فی امتی من امر الجاہلیة لا یترکونہن الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحة وقال النائحة اذا لم تتب قبل موتہا تقام یوم القیامة

(۱) مسلم باب تحریم الکھانہ واتیان الکھان، رقم الحدیث: ۴۱۴۴

(۲) ابوداؤد: ۳۹۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب تکفیر الساحر وقتلہ ان کان مایسحر بہ کلام، رقم الحدیث: ۱۵۱۶۲

وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب (۱)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز حدیبیہ میں ایسی رات میں پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف منہ کرکے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آج صبح بہت سے میرے بندے مومن ہو گئے اور بہت سے کافر پس جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل ورحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا انکار کیا اور جس نے کہا ہمیں فلاں فلاں نچھتر سے بارش ہوئی وہ میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔''

عن زید بن خالد قال صلی بنا رسول االله ﷺ بالحدیبیة علی اثر سماء کانت من اللیل فلما انصرف اقبل علی الناس فقال ہل تدرون ماذا قال ربکم؟ قالوا االله ورسوله اعلم قال قال اصبح من عبادی مومن بی وکافر فاما من قال مطرنا بفضل االله ورحمته فذلک مومن بی وکافر بالکوکب واما من قال مطرنا بنوء کذا وکذا فذلک کافر بی ومومن بالکوکب۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک انصاریؓ نے بیان کیا کہ ایک رات وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیل گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اس حادثہ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو یہ کہتے تھے آج رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی فوت

(۱) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ ۵۰۷ / ۳، رقم الحدیث ۲۹ :

(۲) صحیح بخاری، کتاب الآذان، باب یستقبل الامام الناس ۴۲۴ / ۲، رقم الحدیث ۸۴۶، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء ۳۳۶ / ۱، رقم الحدیث ۱۲۵

ہوگیا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے بل کہ جب ہمارا رب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں پھر ان کے قریب والے فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچتی ہے پھر عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتوں کے قریب والے ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا، پھر آسمان کے فرشتے دوسروں کو بتاتے ہیں حتی کہ آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچتی ہے۔پھر جن (شیطان) اس سنی ہوئی بات کو لے اڑتے ہیں (اس پر فرشتے کوڑا پھینکتے ہیں جو ہمیں ستارہ ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے) اور (کاہنوں کے) کانوں میں ڈال دیتے ہیں وہ اسی طرح خبر دیں تو وہ سچ ہوتی ہے لیکن وہ (کاہن) اس میں اپنی مرضی سے کچھ ملا دیتے ہیں (جس میں سے بعض باتیں سچی ہوتی ہیں اور بعض جھوٹی نکلتی ہیں)۔(۱)

بدشگونی کا کفارہ

حدیث شریف میں ہے ”جس کو بدشگونی اپنے کام سے پھیر دے (یعنی برا شگون لینے کے سبب وہ اپنے کام سے رک جائے) تو اس نے شرک کیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ایسا شخص کیا کفارہ دے تا کہ اسکی توبہ قبول ہو فرمایا یہ کہے ”اللھم لا طیر الا طیرک و لا خیر الا خیرک و لا الہ غیرک“ یہ کہہ کر اپنے کام کو چلا جائے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

ابوداؤد کی حدیث شریف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی شخص کو کوئی چیز ناگوار معلوم ہو تو وہ کہے ”اللھم لایاتی بالحسنات الاانت و لایدفع السیات الاانت و لاحول و لاقوۃ الاباللہ“۔

الغرض ماہ صفر منحوس نہیں اور نہ ہی اس میں بلائیں اترتی ہیں بل کہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔سال کے بارہ مہینے اور ۳۶۵ دن سب اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ ہیں۔ان میں

(۱) مسلم، کتاب السلام

کوئی بھی دن، گھڑی یا لمحہ منحوس نہیں۔ نحوست و بدشگونی والی باتیں خودساختہ ہیں اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہ ہے۔

موجودہ زمانے میں بدشگونی کی شکلیں

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگ طرح طرح کی توہم پرستی کا شکار تھے۔ کسی خاص مہینہ سے ہی نہیں بعض جانوروں، درختوں اور دنوں کو محترم اور بعض کو منحوس خیال کرتے تھے، برصغیر پاک وہند میں بھی توہم پرستی عروج پر تھی۔ زیادہ عرصہ ہندوانہ ماحول میں رہ کر بعض جاہلانہ رسومات مسلمانوں کے اندر بھی رواج پا چکی تھیں، جن کو ایمان کا جزو سمجھا جانے لگا تھا، بچے کی پیدائش سے لے کر، اس کے رشتۂ ازدواج کے بندھن میں بندھ جانے، اس کے صاحبِ اولاد ہونے، پھر اس کے عمر کے آخری مراحل سے گزر کر اس کے موت کے منہ میں چلے جانے، پھر مرنے کے بعد دفنانے؛ بل کہ اس کے بعد بھی مختلف رسوم ورواج کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، جس کی عدم ادائیگی کو نحوست کا باعث گردانا جاتا ہے، ان بے جا تصورات وخیالی توہمات کے ذریعے جانی، مالی، وقتی ہر طرح کی قربانیاں دے کر اپنے آپ کو گراں بار کیا جاتا ہے۔ چند توہم پرستانہ عقائد ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

واستو کی حیثیت

آج کل گھر کی تعمیر میں بعض مسلمان بھی ہندوانہ ذہن کے مطابق واستو پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خیال ہے کہ اگر دروازہ یا کوئی اور چیز کسی جانب ہوگی تو نحوست اترے گی، جب کہ یہ خیال بھی باطل ہے۔ کیوں کہ کسی چیز کا کسی سمت میں ہونا خیر وشر کے نازل ہونے ذریعہ نہیں ہوتا۔ واستو سے متعلق فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: واستو ہندوانہ توہمات میں سے ہے، جس کی طرف کچھ دنوں سے لوگوں کی توجہ بڑھ گئی ہے، واستو کی رعایت کا مقصد مکان کا نحس (منحوس) اور مضر پہلو سے اپنے آپ کو بچانا ہے، اسلام کسی چیز میں نحس کا قائل نہیں ہے، واستو پر عقیدہ رکھنا عقیدۂ توحید کے مغائر اور اسلامی تعلیمات کے

برخلاف ہے، نیز یہ ایک مشرکانہ تصور ہے، شرعی اعتبار سے مکان میں صرف اس کی رعایت مطلوب ہے کہ بیت الخلاء ایسا نہ ہو کہ بیٹھنے والے کا چہرہ یا پشت قبلہ کی طرف پڑ جائے۔(۱)

سیاہ دھاگا باندھنا

بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لئے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں، یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے سیاہ رنگ کا نشان لگا دیا جاتا ہے تاکہ بچے کو بری نظر نہ لگے یہ محض توہم پرستی ہے۔

بہت سے غیر مسلم اپنے ہاتھوں میں کلائی کے پاس یا پیروں میں ٹخنے کے پاس یا انگوٹھے میں جو کالا دھاگہ باندھتے ہیں یہ منت کے طور پر یا مصیبت و پریشانی کے دفعیہ کے لیے غلط عقیدہ کے ساتھ باندھتے ہیں، یہ مذہب اسلام میں ہرگز جائز نہیں، حرام ہے،؛ بل کہ بعض علما نے اسے کفر قرار دیا ہے، بعض ناخواندہ مسلمان بھی غیروں کی دیکھا دیکھی یا لاعلمی میں یہ دھاگہ باندھ لیتے ہیں جو ہرگز جائز نہیں، مسلمانوں کے لیے اس سے بچنا واجب وضروری ہے ورنہ نماز اور دیگر عبادات غارت ہوجانے کا اندیشہ ہے، اللہ تعالی اس طرح کی چیزوں سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں، آمین (۲)

مصلّے کا کنارہ اُلٹنا

شیطان مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لئے وسوسوں کے ذریعے بہکاتا ہے اور خود عبادت کرتا ہے، اس کو عبادت سے روکنے کے لئے ہم نماز کے بعد جائے نماز کا کنارہ اُلٹ دیتے ہیں، پہلی بات یہ کہ شیطان دوسروں کو عبادت سے روکتا ہے مگر خود عبادت کرتا ہے۔ شیطان کا عبادت کرنا غلط ہے، عبادت تو حکمِ الٰہی بجالانے کا نام ہے، جبکہ شیطان حکمِ الٰہی کا سب سے بڑا نافرمان ہے، اس لئے یہ خیال کہ شیطان عبادت کرتا ہے بالکل غلط ہے۔

(۱) کتاب الفتاوی 1: /405

(۲) آن لائن دار الافتاء دار العلوم دیوبند 1437 /N=9/883-Fatwa ID: 865

دوسری غلط فہمی یہ کہ مصلّے کا کنارہ اُلٹنا شیطان کو عبادت سے روکنے کے لیے ہے، یہ قطعاً غلط ہے۔ مصلّے کا کنارہ اُلٹنے کا رواج تو اس لیے ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلاضرورت جائے نماز بچھی نہ رہے اور وہ خراب نہ ہو۔ عوام جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جائے نماز نہ اُلٹی جائے تو شیطان نماز پڑھتا ہے، یہ بالکل مہمل اور لایعنی بات ہے۔

رنگوں سے توہم

رنگوں سے شگون لینا بھی ہمارے معاشرہ میں عام ہے مثلاً سیاہ رنگ نہ پہننا کہ بیمار ہو جائیں گے یا احترام کے منافی ہے، کیوں کہ خانہ کعبہ کا غلاف کالا ہے، سبز جوتا نہ پہننا کہ بے ادبی ہوگی، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کا گنبد سبز ہے، لیکن یاد رہے کہ اس کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے، اگر کوئی مقتداء جائز کا عقیدہ رکھتے ہوئے غایتِ محبت میں اس طرح کرتا ہے تو اسکا انفرادی معاملہ ہے قابل اقتداء نہیں ہے، جیسے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی کبھی سیاہ جوتا نہیں پہنا، کوئی سیاہ جوتا ہدیہ میں لاتا تو کہتے کہ دوسرے رنگ کا لاؤ! وجہ معلوم کرنے پر فرمانے لگے کہ ''بیت اللہ شریف کا غلاف سیاہ ہے، ادب مانع ہوتا ہے کہ وہ رنگ میں اپنے پیروں میں استعمال کروں'' حالانکہ سیاہ جوتا پہننا جائز ہے، کوئی قباحت نہیں؛ مگر چوں کہ آدمی بعض جائز چیزوں کو بھی ادب کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''یہ حاجی صاحب کی غلبۂ حضور کی کیفیت تھی، جیسے حضرت کے خادم خاص کہتے تھے کہ میں نے حضرت کو پاؤں پھیلا کر نہیں سوتے تھے، میں نے پوچھا کہ حضرت کیا آرام ملتا ہے؟ فرمایا: ارے باؤلے کوئی محبوب کے سامنے پاؤں پھیلایا کرتا ہے!۔(۱)

ماہِ صفر میں شادی کرنا

زمانۂ جاہلیت کے لوگ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات (شادی، بیاہ اور ختنہ وغیرہ)

(۱) حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات، بحوالہ عظمت بیت اللہ: ۴۸۰

قائم کرنا منحوس سمجھتے تھے اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہی نظریہ نسل در نسل آج تک چلا آ رہا ہے؛

☆ صفر ۷ھ میں حضرت صفیہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے شادی ہوئی جس میں ان کی اسلام کے بعد آزادی، ان کا مہر قرار پائی۔

☆ حضرت فاطمہؓ کا نکاح بھی صفر المظفر میں ہی ہوا تھا۔

ان میں ایک زوجۂ رسول ﷺ اور دوسری آپ کی بیٹی ہے، اگر اس ماہ میں (نعوذ باللہ) نحوست ہوتی تو آپ اپنے عزیزوں اور پیاروں کا نکاح اس ماہ میں نہ کرتے۔

فال دیکھنا

بعض لوگ نجومیوں اور فال کھولنے والوں کے پاس بھی جاتے ہیں اور ان کی کہی ہوئی باتوں کو سچ سمجھ لیتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص نجومی کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً(۱)

ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو کاہن یا نجومی یا جادوگر کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کیا تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ :مَنْ أَتَى سَاحِرًا أَوْ كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى

(۱) مسلم باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، رقم الحدیث: ۴۱۴۴

محمدﷺ۔(۱)

آج کل جانوروں سے بھی قسمت کے احوال بتائے جاتے ہیں، بہت سے لوگ لفافوں میں کاغذ بھرے ہوئے نظر آتے ہیں، طوطا یا مینا یا کوئی اور چڑیا پنجرے میں بند رکھتے ہیں اور گزرنے والے جاہل ان سے پوچھتے ہیں کہ آئندہ ہم کس حال سے گزریں گے؟ اور ہمارا فلاں کام ہوگا یا نہیں؟ وہ آدمی پرندے کے منہ میں کوئی دانہ وغیرہ دیتا ہے اور وہ پرندہ کوئی بھی لفافہ کھینچ کر لاتا ہے، وہ اس میں سے کاغذ نکال کر پڑھتا ہے اور دریافت کرنے والی کی قسمت کا فیصلہ سناتا ہے۔ یا آج کل بہت سارے رسالے اور میگزین نکلتے ہیں، جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے ''الف'' سے لے کر ''ی'' تک تمام حروف خانوں میں لکھے ہوتے ہیں، جس حرف سے نام شروع ہوتا ہے، نیچے تمام حروف کے اعتبار سے اس کے احوال زندگی اچھی یا بری تقدیر لکھی ہوتی ہے، اس کو پڑھ کر احوال اور آئندہ پیش آنے والے خوشی ومسرت کی گھڑیوں یا مصائب کے لمحوں کو معلوم کیا جاتا ہے، یا خانہ میں مختلف حروف یا ستاروں کے نام لکھے ہوتے ہیں، آنکھ بند کر کے ان پر انگلی رکھنے کو کہا جاتا ہے، جس پر انگلی پڑتی ہے، اس کے اعتبار سے نیچے اس حرف کے سامنے لکھی ہوئی پیشین گوئیاں پڑھ کر اپنے احوال معلوم کرتے ہیں، یہ سب سراسر جہالت اور گمراہی ہے؛ بل کہ آج کے مشینی دور میں قسمت کے احوال جاننے کے لئے مشین بھی تیار ہوگئی ہے، بس اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں پر دیکھا ہے کہ دل کے احوال بتانے والی کوئی مشین ہوتی ہے، جو انسانوں کے دل کے احوال کا علم دیتی ہے، لوگ کان میں لگانے والے آلہ کے ذریعے اس مشین کے واسطے سے اپنے احوالِ قلب کو سنتے ہیں اور وہاں لوگوں کی بھیڑ اور ایک تانتا لگا ہوا ہوتا ہے۔

یاد رکھیئے! غیب کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا، خود طوطا، مینا لے کر بیٹھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ کل کیا کرے گا؟ ارشاد باری عزوجل ہے: ''وما تدری نفس ماذا تکسب غدا'' (یعنی کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا) نیز ارشادِ

(۱) ابوداؤد: ۳۹۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب تکفیر الساحر وقتلہ ان کان مایسحر بہ کلام، رقم الحدیث: ۱۵۱۶۲

خداوندی ہے کہ ''قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا الله''(اے نبی (ﷺ)! آپ فرمادیجئے کہ جولوگ آسمان وزمین میں ہیں وہ غیب کونہیں جانتے، غیب کوصرف اللہ ہی جانتا ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آدمی تو خود اپنا حال نہ جانے اور غیر عاقل جانورکو پتہ چل جائے کہ اس کی قسمت میں کیا ہے۔

قرآن سے فال نکالنا

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: قرآن مجید سے فال نکالنا ناجائز ہے، فال نکالنا اور اس پر عقیدہ رکھنا کسی اور کتاب (مثلاً دیوانِ حافظ یا گلستان وغیرہ) سے بھی ناجائز ہے، مگر قرآن مجید سے نکالنا تو سخت گناہ ہے کہ اس سے بسا اوقات قرآن مجید کی توہین یا اس کی جانب سے بدعقیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔'' ایک اور جگہ مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''چور کا نام نکالنے کے لیے قرآن مجید سے فال لینا ناجائز ہے اور اس کو یہ سمجھنا کہ یہ قرآن مجید کو ماننا یا نہ ماننا ہے، غلط ہے۔ اس لیے حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ: تم قرآن مجید کو مانتے ہو تو زید کے دس روپے دے دو کیوں کہ قرآن مجید نے تمہیں چور بتایا ہے، یہ بھی صحیح نہیں تھا۔''(۱)

دست شناسی (ہاتھ دیکھ کر فال نکالنے) کا فن

اسلام کی رو سے دست شناسی جائز نہیں اس کا سیکھنا اور ہاتھ دیکھ کر مستقبل کا حال بتانا جائز نہیں، اسی طرح علم نجوم پر لکھی ہوئی کتابیں (پامسٹری) وغیرہ پڑھ کر لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر حالات بتانا یعنی پیش گوئیاں کرنا اور اس پیشہ سے کمائی کرنا ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

ستاروں کے ذریعہ فال نکالنا

لڑکے کا رشتہ طے ہوتا ہے، لڑکی والے تمام معلومات کر لیتے ہیں کہ لڑکا اچھا اور نیک

---

(۱) کفایۃ المفتی ج۹: ص:۲۲۱، ایضاً ص:۲۲۳

ہے پھر کہتے ہیں کہ ہم تین دن بعد جواب دیں گے پھر کسی باباسے مشورہ کرتے ہیں تو وہ بابا کوئی وظیفہ کرتا ہے اور لڑکی والوں سے کہتا ہے کہ اس لڑکے اور لڑکی کا ستارہ آپس میں نہیں ملتا، یہاں شادی نہ کی جائے۔ یاد رہے کہ اسلام ستارہ شناسی کا قائل نہیں، نہ اس پر یقین رکھتا ہے۔ بلکہ حدیث میں اس پر بہت سخت مذمت آئی ہے۔

علم الاعداد پر یقین رکھنا گناہ ہے

علمِ نجوم اور علم الاعداد میں مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ وہاں ستاروں کی گردش اور ان کے اوضاع (اجتماع و افتراق) سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے، اور یہاں بحساب جمل اعداد نکال کر ان اعداد سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ گویا علمِ نجوم میں ستاروں کو انسانی قسمت پر اثر انداز سمجھا جاتا ہے، اور علم الاعداد میں نام کے اعداد کی تاثیرات کے نظریہ پر ایمان رکھا جاتا ہے۔ اول تو یہ کہ ان چیزوں کو موٴثر حقیقی سمجھنا ہی کفر ہے، علاوہ ازیں محض اٹکل پچو اتفاقی امور کو قطعی و یقینی سمجھنا بھی غلط ہے، لہٰذا اس علم پر یقین رکھنا گناہ ہے، اگر فرض کیجیے کہ اس سے اعتقاد کی خرابی کا اندیشہ نہ ہو، نہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچے، نہ اس کو یقینی اور قطعی سمجھا جائے تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا سیکھنا گناہ نہیں، مگر ان شرائط کے باوجود اس کے فعل عبث ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ ان چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے آدمی دین و دنیا کی ضروری چیزوں پر توجہ نہیں دے سکتا۔

نیک فالی محمود ہے

اچھی چیزوں کو اپنے لئے خوش بختی کی علامت سمجھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مرض متعدی نہیں اور بدفالی کوئی چیز ہے اور نیک فال یعنی اچھا کلمہ مجھے پسند ہے۔

[لَا عَدْوٰی وَلَا طِیرَةَ وَیُعْجِبُنِی الْفَالُ، قَالُوْا :وَمَا

الْفَأْلُ؟ قَالَ :اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ۔] (۱)

مثلاً رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو کے آنے پر فرمایا تھا ’’اب تمہارا معاملہ سہل (آسان) ہوگیا۔ (صحیح بخاری)۔

’’یعنی کسی چیز سے شگون بد لینے کی بجائے کلمہ خیر زبان سے ادا کیا جائے ۔‘‘

مسلمان اور بدشگونی

☆ کالی بلی کا راستہ کاٹنا۔ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات ہے مگر حقیقت میں یہ شرک ہے کیونکہ کسی بھی شخص کا نفع یا نقصان بلی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

☆کسی درخت پر الو بولتے سن لینا۔

☆ پرانا درخت دیکھ کر تصور قائم کر لینا کہ یہاں جنوں کا بسیرا ہے۔

☆کسی ٹیلہ کو دیکھ کر رنگ کا فق ہو جانا کہ یہاں بد روحیں رہتی ہیں۔

☆ نئی دلہن کے گھر آتے ہی کوئی مصیبت آجائے تو اسے نحس قدم یعنی منحوس سمجھنا۔

☆بیوی کی چوڑیاں ٹوٹ جائیں تو اسے بھی زوجین کے حق میں بدشگونی سمجھنا۔

☆ بے اولاد عورت سے ملنے سے گریز کرنا۔

☆ یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں آدمی صبح صبح نظر آگیا، اس لیے کام خراب ہوگیا ہے۔

☆ دکاندار کے صبح دکان کھولتے ہی کس نے ادھار مانگ لیا تو یہ سمجھ کر انکار کر دینا کہ سارا دن ادھار ہی ہوگا۔

☆اسی طرح آنکھ پھڑکنے سے خوف زدہ ہو جانا۔

☆ ہاتھ میں کھجلی ہونے سے امید لگا بیٹھنا کہ آج مال ملے گا۔

☆اگر جوتے پر جوتا آگیا تو سفر پیش آئے گا۔

☆عورتوں کا عقیدہ ہے کہ کسی دن کوّا گھر کی چھت وغیرہ پر بولے تو اس دن مہمان ضرور

(۱) بخاری، باب الطیرۃ والفال وما یکون من الشوم رقم الحدیث: ۲۲۲۴

آتے ہیں ۔

☆کسی جسم پر جھاڑ و مار دینے سے مضروب علیہ (جس کو جھاڑ و مار دی جائے) اس کا جسم سوکھ جانا۔

☆ صبح سویرے گالی دینے ،ٹھوکر لگ جانے یا اور کوئی ضرر پہونچ جانے پر شام تک اسی طرح ہوتے رہنے کا شگون لینا بھی بے اصل اور خلاف شرع ہے ۔(۱)

☆ ہمارے ہاں بلی کا رونا یا بولنا منحوس سمجھا جاتا ہے ۔

☆ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھنا، جیسا کہ اہل یورپ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھتے ہیں، اسی توہم پرستی کے نتیجہ میں ان کی بعض عمارتوں میں تیرھویں منزل کو تیرہ کا نمبر نہیں دیا جاتا، اس کے اثرات ہم پر بھی ہیں خصوصاً صفر کی تیرہ تاریخ کو منحوس سمجھتے ہیں، اس کے برعکس چین میں خوش قسمتی کی علامت سمجھتی جاتی ہے ۔عدد تیرہ کا ہی ہے مگر بعض اس کو نحوست اور بعض خوش قسمتی کی علامت سمجھتے ہیں جبکہ یہ دونوں بے حقیقت باتیں اور توہمات ہیں ۔

☆ پاؤں پر پاؤں رکھنے کو نحوست سمجھنا۔

☆ انگلیاں چٹخانے کو نحوست سمجھنا۔

☆ جمائی لینے کو نحوست سمجھنا۔

☆ فلاں کام کے لئے فلاں دن کو منحوس سمجھنا۔

☆ لڑکی کی پیدائش کم خوشی کا اظہار کرنا، جب کہ لڑکا اور لڑکی اللہ ہی کی مرضی سے ہوتے ہیں ۔کیا ہم زمانہ جاہلیت کی طرف نہیں لوٹ رہے ہیں ۔

☆ چند مخصوص رنگوں کے کپڑے اور چوڑیاں (مثلاً کالے، نیلے) رنگ کی پہننے سے مصیبت کا آنا۔

☆ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کہ عصر کی اذان کے تھوڑی دیر بعد اب کسی بھی وقت جھاڑ و

(۱)اغلاط العوام:99

نہیں دینی چاہئے۔
☆ چپل کے اوپر چپل رکھنا۔
☆ جھاڑو کھڑی رکھنا۔
☆ چارپائی پر چادر لمبائی والی جانب کھڑے ہو کر بچھانا۔
☆ اس طرح گمان رکھنا کہ رات کے وقت چوٹی نہ ڈالو، جھاڑو نہ دو، ناخن نہ کاٹو، منگل کو بال اور ناخن جسم سے الگ نہ کرو، ان سب باتوں سے نیستی آتی ہے۔ کھانا کھا کر جھاڑو نہ دو، رزق اڑتا ہے۔
☆ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ راستے میں جو چپل الٹی پڑی ہو اسے سیدھی کر دینی چاہئے، کیونکہ "نعوذ باللہ" اس سے اوپر لعنت جاتی ہے، الٹی چیز کو سیدھا کرنا تو اچھی بات ہے، لیکن اس عقیدہ کی کوئی اصل نہیں، محض لغو بات ہے۔
☆ نومولود کو نظر بد سے بچانے کے لیے پیشانی پر کاجل کا ٹیکا یا نشان لگانا۔
☆ شام کے وقت صفائی (جھاڑو لگانے) سے گریز کرنا کہ اس سے دولت کم ہوگی۔
☆ مرد کی دائیں اور عورت کی بائیں آنکھ پھڑکنے کو اچھی خبر کی آمد سے مشروط کرنا۔
☆ ٹانگیں ہلانے سے دولت کا جانا۔
پیاز یا چھری سرہانے رکھنے سے برے خوابوں سے نجات ملنا۔
☆ خالی قینچی چلانے سے قطع تعلقی ہو جانا۔
☆ انگلی پر تل کو کام چوری اور ہتھیلی میں تل کو تونگری سے تعبیر کرنا۔
☆ یہ سمجھنا کہ گھر میں منی پلانٹ (money plant) جتنا بڑھے وہاں اتنی دولت آئے گی۔
☆ بعد غروبِ آفتاب فوراً بتی یا چراغ جلانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر چہ کچھ کچھ اجالا رہتا ہی ہو، بعض لوگ بغیر بتی جلائے مغرب کی نماز پڑھنا درست نہیں سمجھتے۔
☆ سیدھی آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے اور بائیں پھڑکے تو خوشی

حاصل ہوتی ہے۔

☆ عصر کی نماز سے مغرب کی نماز کے دوران کھانا نہیں کھانا چاہئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس وقت مُردے کھانا کھاتے ہیں۔

☆ دودھ گرنا بری بات ہے، کیونکہ دودھ پوت (بیٹے) سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

☆ اگر کوئی اتفاق سے کنگھی کر کے اس میں جو بال لگ جاتے ہیں، وہ گھر میں کسی ایک کونے میں ڈال دے اور پھر کسی خاتون کی اس پر نظر پڑ جائے تو وہ کہے گی کہ کسی نے ہم پر جادو ٹونہ کرایا ہے، عورت کے سر کے بالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو پھینکا نہ جائے تاکہ کسی نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے، باقی یہ بھی صحیح ہے کہ بعض لوگ عورت کے بالوں کے ذریعہ جادو کرتے ہیں، مگر ہر ایک کے بارے میں یہ بدگمانی کرنا بالکل غلط ہے۔

☆ جب کسی شخص کو کسی کام میں نقصان ہوتا ہے یا کسی مقصد میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ یہ جملہ کہتا ہے کہ : "آج صبح سویرے نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی۔" جبکہ انسان صبح سویرے بستر پر آنکھ کھلنے کے بعد سب سے پہلے اپنے ہی گھر کے کسی فرد کی شکل دیکھتا ہے۔

☆ نمک اگر زمین پر گر جائے (یعنی پیروں کے نیچے آئے) تو روزِ قیامت پلکوں سے اٹھانا پڑے گا، نمک بھی خدا کی نعمت ہے، اس کو زمین پر نہیں گرانا چاہئے، لیکن یہ سزا قطعاً غلط ہے۔

میڈیا کے نشر کردہ بہت سے پروگرامز اور سیریل توہمات کو سچ ہوتا دکھا کر لوگوں کے اذہان میں ایسے ہی بے معنی خیالات کو پختہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اخبارات، میگزین اور دیگر رسائل میں ''آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں'' یا ''آج کا دن کیسا گزرے گا'' جیسی خرافات دیکھنے کو ملتی ہیں جسے تعلیم یافتہ طبقہ بھی بڑے تیقن اور دلچسپی سے پڑھتا ہے۔

چھینک سے بَدشگونی لینا

بعض لوگ چھینک کو بَدشگونی سمجھتے ہیں اگر کسی کام کے لئے جاتے وَقت خود کو یا کسی

اور کو چھینک آگئی تو لوگ یہ بَد فالی لیتے ہیں کہ یہ کام نہیں ہوگا، یہ بہت بڑی جہالت اور بے عقلی کی دلیل ہے، چھینک اللہ کو پسند اور جمائی اللہ کو ناپسند ہے، لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کوئی بات بولنے پر فوراً چھینک آجائے تو کہتے ہیں کہ اب یہ کام نہیں ہوگا، جبکہ یہ بھی بدشگونی اور گناہِ کبیرہ میں داخل ہے۔

بعض انگوٹھی وغیرہ پہنتے ہیں اور اس میں اپنے نام کے ستارے کے حساب سے پتھر لگواتے ہیں، مثال کے طور پر عقیق، فیروزہ، وغیرہ وغیرہ ، یاد رہے کہ پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے، انسان کے اعمال اثر انداز ہوتے ہیں۔

دنیا میں کوئی چیز منحوس نہیں

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نحوست کا ذِکر کیا گیا تو فرمایا: اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو اِن تین میں ہوتی، عورت، گھر اور گھوڑا۔ "اِن کانَ الشؤم فَفِی الثَّلاثۃِ، المراءۃِ و الفُرسِ الدار "(۱)

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ (اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی) صاف بیان کرتا ہے کہ کوئی چیز منحوس نہیں ہے اور یہ بات بھی ہر کوئی سمجھتا ہے کہ جب لفظ "کوئی چیز" کہا جائے تو اُس میں مادی غیر مادی ہر چیز شامل ہو جاتی ہے یعنی وقت اور اُس کے پیمانے بھی شامل ہوں گے، بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی دو شخص جو ایک ہی مرض کا شکار ہوں ایک ہی دوا اِستعمال کرتے ہیں ایک کو شِفاء ہو جاتی ہے اور دوسرے کو اُسی دوا سے کوئی آرام نہیں آتا؛ بل کہ بسا اوقات مرض بڑھ جاتا ہے، کئی لوگ ایک ہی جگہ میں ایک ہی جیسا کاروبار کرتے ہیں کسی کو فائدہ ہوتا ہے کسی کو نقصان اور کوئی درمیانی حالت میں رہتا ہے، کئی لوگ ایک ہی جیسی سواری اِستعمال کرتے ہیں کسی کا سفر خیر و عافیت سے تمام ہوتا ہے اور کسی کا نہیں، اِسی طرح ہر ایک چیز کا معاملہ ہے۔

(۱) صحیح البُخاری/کتاب النکاح/باب ۱۸، صحیح مُسلم/حدیث ۲۲۲۵

نحوست انسان کے عمل سے ہے

نحوست کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''اور ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم ایک کتاب اس کیلئے نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا، پڑھ اپنا نامہ اعمال آج اپنا حساب لگانے کیلئے تو خود ہی کافی ہے''۔

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا،اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔(۱)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کی نحوست کا تعلق اس کے اپنے عمل سے ہے جبکہ انسان عموماً یہ سمجھتا ہے کہ نحوست کہیں باہر سے آتی ہے چنانچہ وہ کبھی کسی انسان کو، کبھی کسی جانور کو، کبھی کسی عدد کو اور کبھی کسی مہینے کو منحوس قرار دینے لگتا ہے۔

بدشگونی فرعونی خصلت ہے

قرآن کریم نے بدشگونی لینے کو فرعونی خصلت قرار دیا ہے، فرعون اور اس کے ماننے والوں نے جب حضرت موسیٰؑ کے پیغام کو قبول نہیں کیا اور سرکشی و بغاوت پر آمادہ رہے تو اس کی وجہ ان پر جو عذاب و مصائب آتے وہ ان کو حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتے اور جو کچھ بھلائی اور اچھائی نصیب ہوتی اس کو اپنا کمال اور اپنی طرف نسبت کرتے۔ چناں چہ ارشاد ہے کہ: فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ(۲)(مگر) نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارا حق تھا اور ان پر کوئی مصیبت پڑ جاتی تو اس کو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ارے(یہ تو) خود ان کی نحوست (تھی جو) اللہ کے علم میں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

(۱) بنی اسرائیل (۱۳۔۱۴)

(۲) الاعراف: ۱۳۱

بدشگونی لینا شرک ہے، یہ بات تین مرتبہ فرمائی، اور ہم میں سے جو بھی شخص ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس پر بھروسہ اور اعتماد کرنے سے روک دیتا ہے۔(۱)

توہمات کا نتیجہ

کسی چھوٹی سی تکلیف یا طبیعت کی خرابی پر دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانا اور لوگوں کے ساتھ باہمی تعلقات خراب ہونے پر اپنی غلطی اور کوتاہی کا جائزہ لینے کی بجائے یہ خیال کرنا کہ ضرور کسی نے جادو کر دیا ہے یا اس قسم کے دیگر توہمات رکھنا جو پیار و محبت کے رشتوں کو ختم کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان کی توجہ اپنے عمل کی درستی اور اصلاح سے ہٹ جاتی ہے نتیجتاً انسان تنہا رہ جاتا ہے اور نفسیاتی مریض بن جاتا ہے۔

توہمات کا عالم تو یہ ہے کہ آج انفارمیشن ٹیکنالوجی سے آراستہ لوگوں کے ہاں کروڑوں روپے کی کوٹھی تعمیر کر کے چھت کے اوپر ہانڈیاں ضرور لٹکائی جاتی ہیں۔سفید پوش گھرانوں کے نوجوان اس زعم باطل میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ امریکی اور آکسفورڈ یونیورسٹیوں سے علم کی روشنی حاصل کر چکے ہیں لیکن ہاتھوں میں لوہے کے کڑے اور پیتل کے چھلے، بازوؤں پر چمڑے کے تعویذ باندھنے کو وہ بھی ضروری تصور کرتے ہیں۔نئی گاڑی یا رکشے کے پیچھے جوتا لٹکایا جاتا ہے اگر اس سے بلا ٹلتی ہے تو چلانے والے کے گلے میں بھی جوتوں کا ہار ڈالنا چاہیے تا کہ اسے بھی نظر نہ لگے۔کسی کو اگر چھینک آجائے تو جواب دینے کی بجائے کہنا شروع کرتے ہیں کہ کوئی یاد کر رہا ہے۔کوّا چھت پر بولے تو یہ وہم کیا جاتا ہے کہ کوئی مہمان آئے گا۔ بچہ پیدا ہو جائے تو لوہے کی کوئی چیز رکھ دیتے ہیں، اگر لوہا مصیبت سے بچا سکتا ہوتا تو لوہار کوئی نہ مرتا، اگر چمڑے کی تعویذ مصیبت ٹال سکتی ہے تو کوئی موچی نہ مرتا، اگر کوری ہنڈیا نظر بد سے بچا سکتی ہے تو کمہار ضرور نظر بد سے محفوظ ہوتے۔

---

(۱) ترمذی: ۱۵۳۷

لطیفہ

ایک حکمران شکار کے لئے نکلا تو ایک بدشکل انسان سامنے آ گیا۔ضعیف الاعتقاد حکمران نے اسے منحوس سمجھا اور اسے صبح صبح سامنے آنے کی سزا کا حکم سنا دیا۔لیکن اُس دن اُسے شکار پہلے کی نسبت زیادہ ملا تو اُس شخص نے سوال کیا کہ صبح سویرے میں آپ کو ملا تو آپ کو کامیابی ہوئی اور مجھے آپ ملے تو مجھے سارا دن مصیبت میں گزارنا پڑا۔اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ہم دونوں میں منحوس کون ہے۔

صفر المظفر اور تیرہ تیزی

صفر المظفر کی ابتدائی تیرہ تاریخوں کو انتہائی منحوس تصور کیا جاتا ہے اور ان دنوں میں نہ صرف یہ کہ شادی، بیاہ اور سفر وغیرہ سے گریز کیا جاتا ہے بل کہ بعض مقامات پر تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر اور بعض جگہوں پر چُوری بنا کر تقسیم کی جاتی ہے تاکہ بلائیں ٹل جائیں، اسی طرح بعض گھرانوں میں مصائب کو ٹالنے کی غرض سے اجتماعی قرآن خوانی اور ختم شریف کی مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔اول تو مروجہ طریقہ پر اجتماعی قرآن خوانی ہی ایک رسم محض بن کر رہ گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہوگئی ہیں، دوسرے مذکورہ بالا نظریہ کی بنیاد پر قرآن خوانی کرنا اپنی ذات میں بھی جائز نہیں کیوں کہ مذکورہ نظریہ ہی شرعاً باطل ہے، اب تو رفتہ رفتہ پورے صفر کے مہینے کا نام ہی تیرہ تیزی رکھ دیا گیا ہے اور پورے مہینے کو منحوس سمجھ کر اس میں کسی بھی نئے کام کا آغاز نہیں کیا جاتا۔ یہ سب بدعات ہیں، قرآن و حدیث میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ان افعال کا باطل ہونا عقل والوں کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی 'بہشتی زیور میں لکھتے ہیں: صفر کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور اس مہینے کو نامبارک جانتے ہیں اور بعض جگہ تیرہویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے، یہ سارے اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ

ہیں، توبہ کرو(۱)

آخری چہار شنبہ کی تاریخی حیثیت

عوام میں مشہور ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو حضور اکرم ﷺ کی بیماری میں افاقہ ہو گیا تھا اور آپ ﷺ نے غسل صحت فرمایا تھا، پھر تفریح کے لیے گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے، اسی بناء پر لوگوں میں مختلف رسمیں مشہور ہیں:

بعض خواتین گھی، چینی یا گڑ کی روٹیاں پکا کر تقسیم کرتی ہیں اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں یہ عمل کیا تھا۔

بعض لوگ اس بدھ کو اہتمام سے سیر وتفریح کے لیے باغات اور پارکوں میں جاتے ہیں اور جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ اس روز اپنی صحت یابی کی خوشی میں حضور ﷺ نے تفریح فرمائی تھی۔

بعض لوگ پکے ہوئے چھولے اور عمدہ قسم کے کھانے پکا کر تقسیم کرتے ہیں اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم حضور رسالت پناہ ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں یہ عمل کرتے ہیں۔

مزدور اور کاریگر اپنے مالکان سے اس دن کھانے اور مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ان تمام رسومات کی بنیاد یہ غلط اعتقاد ہے کہ حضور اکرم ﷺ صفر کے آخری بدھ کو صحت یاب ہوئے تھے، جبکہ اس کا ثبوت نہ احادیث سے ملتا ہے اور نہ تاریخ وسیر کی کتابوں سے ملتا ہے، بلکہ تاریخ وسیر کی کتابیں اس کے خلاف ہیں، چنانچہ

[۱] اسد الغابہ میں

[۲] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں

[۳] تاریخ خمیس میں

[۴] صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں

---

(۱) بہشتی زیور، چھٹا حصہ: ۵۹

[۵] طبقات ابن سعد میں
[۶] البدایہ والنہایۃ میں
[۷] سیرت ابن ہشام میں
[۸] تاریخ ابن خلدون میں
[۹] تاریخ طبری میں
[۱۰] تاریخ الکامل میں

ہے :رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس بیماری کا آغاز جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے سن 11 ھ میں صفر کے مہینے کی جب دو راتیں باقی رہ گئی تھیں بدھ کے روز میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے اور ۱۲ر ربیع الاول سوموار کے دن چاشت کے وقت جس وقت آپ مدینہ میں داخل ہوئے تھے آپ کی روح اقدس کو قبض کر لیا گیا۔

"بدا برسول الله ﷺ مرضه الذى مات منه يوم الاربعاء ليلتين بقيتا من صفر سنة احدى عشرة فى بيت ميمونة ثم انتقل حين اشتد مرضه الى بيت عائشة وقبض يوم الاثنين ضحى فى الوقت الذى دخل فيه المدينة لاثنتى عشرة من ربيع الاول"(۱)

مرض کی ابتداء چہارشنبہ سے ہوئی

[۱] طبقات ابن سعد میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۲۹ر صفر سن ۱۱ھ یوم

(۱) اسد الغابۃ: ۱/ ۴۱، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۱/ ۲۰، تاریخ خمیس ۲: / ۱۶۱، فتح الباری ۸: / ۱۶۴، طبقات ابن سعد ۲: / ۲۷۷، (البدایہ والنہایۃ ۵: / ۲۲۴، سیرت ابن ہشام ۵: / ۲۲۴) (تاریخ ابن خلدون ۲: / ۶۱)". (تاریخ طبری ۲: / ۱۶۱) (تاریخ الکامل ۲: / ۲۱۵

چہار شنبہ کو بیمار ہوئے اور ۱۲/ربیع الاول سن ۱۱ھ بروز دوشنبہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔(۱)

[۲] علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کل تیرہ دن بیمار رہے، اس بنا پر اگر یہ تحقیقی طور پر متعین ہو جائے کہ آپ نے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخِ آغازِ مرض بھی متعین کی جاسکتی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بروایتِ صحیح آٹھ روز (دوشنبہ تک) بیمار رہے، وہیں وفات ہوئی، اس لئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز یقینی ہے عام روایت کے رُو سے پانچ دن اور چار ہیں، اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے مدت علالت ۱۳/دن صحیح ہے علالت کے پانچ دن آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں بسر فرمائے، اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ سے ہوتا ہے۔(۲)

[۳] مفتی عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ”مسلمانوں کے لیے آخری چہار شنبہ کے طور پر خوشی کا دن منانا جائز نہیں۔ ”شمس التواریخ“ وغیرہ میں ہے کہ ۲۶/صفر ۱۱ھ دوشنبہ کو آں حضرت ﷺ نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷/صفر سہ شنبہ کو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ امیرِ لشکر مقرر کیے گئے، ۲۸/صفر چہار شنبہ کو اگر چہ آپ ﷺ بیمار ہو چکے تھے؛ لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اُسامہ کو دیا تھا، ابھی (لشکر کے) کوچ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آخر چہار شنبہ اور پنج شنبہ میں آپ ﷺ کی علالت خوفناک ہو گئی اور ایک تہلکہ سا مچ گیا، اسی دن عشاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔(۳)

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸/صفر کو چہار شنبہ (بدھ) کے روز آنحضرت ﷺ کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لیے تو خوشی کا ہے ہی نہیں؛ البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہو سکتا ہے، اس روز کو

(۱) طبقات ابن سعد ۲: /۳۷۵

(۲) سیرت النبی ﷺ ۲ : /۱۷۲

(۳) شمس التواریخ 2: /1008

تہوار کا دن ٹھہرانا، خوشیاں منانا، یہ تمام باتیں خلافِ شرع اور ناجائز ہیں"۔(۱)

[۴] حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی تالیف "سیرت المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ "ماہِ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ ﷺ ایک بار شب کو اُٹھے اور اپنے غلام "ابومویہبہ" کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اہلِ بقیع کے لیے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہوگیا، سر درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوگئی۔ یہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا"۔(۲)

اسکے حاشیہ میں "علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ" لکھتے ہیں "اس لیے تیرہ (۱۳) دن مدتِ علالت صحیح ہے، علالت کے پانچ دن آپ ﷺ نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے، اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے"۔(۳)

اس دن نبی اکرم ﷺ کو بیماری سے شفاء ملنے والی بات بھی جھوٹی اور دشمنانِ اسلام یہودیوں کی پھیلائی ہوئی ہے، اس دن تو معتبر روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی بیماری کی ابتداء ہوئی تھی نہ کہ شفاء۔

کیا آپ کو یہ گوارہ ہے؟

ان سب تاریخی روایات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بیماری کا آغاز صفر میں آخری چہار شنبہ کو ہوا، کچھ لوگوں نے دن اور تاریخ میں تھوڑا اختلاف کیا ہے، مگر یہ بات تقریبا متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی مرض الموت کی ابتدا صفر کی آخری تاریخوں میں ہوئی، پھر بتائیے کہ مسلمانوں کو یہ کہاں زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی بیماری کے دن خوشیاں منائیں، زیب و زینت کرکے باغوں پارکوں اور سیر گاہوں میں تفریح کے لئے جائیں، قسم قسم کے

(۱) فتاویٰ حقانیہ، کتاب البدعۃ والرسوم 2: /84، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، وکذا فی فتاویٰ رحیمیہ، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ 2 : /69،68، دارالاشاعت

(۲) سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، علالت کی ابتداء 3 : /156، کتب خانہ مظہری، کراچی

(۳) حاشیہ سیرۃ النبی 2 : /114، اسلامی کتب خانہ

کھانے مٹھائیاں اور میوے وغیرہ کھائیں اور کھلائیں، خصوصاً عورتیں عیدین سے بڑھ کر خوشیاں منائیں، اور خوب بن سنور کر سیر کے لئے نکلیں، ذرا غور کیجیے کیا آپ میں کوئی اپنے ماں باپ، بھائی بہن، رشتہ دار، یا عزیز دوست کے مرض میں مبتلا ہونے کی تاریخ کو خوشی منائے گا؟ اچھے اچھے اورلذیذ کھانوں کا اہتمام کرے گا؟ گھر میں آپ کا کوئی عزیز جاں کنی کی حالت میں ہوتو آپ سیر وتفریح کو جائیں گے؟ جب آپ اپنے ایک عزیز دوست اور رشتہ دار کی بیماری کے دن ایسا نہیں کر سکتے ،تو محمد ﷺ کی علالت کے آغاز کے دن کیسے کر سکتے ہیں جن کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے :"لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین "یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جبکہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ سے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں"۔(۱)

فضیلتِ صفر پر موضوع حدیث

دشمنان اسلام نے دین اسلام کو مسخ کرنے کے لیے بے شمار ہتھکنڈے استعمال کیے، سب سے خطرناک یہ کہ اپنی خرافات کو مسلمانوں میں رواج دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف من گھڑت باتیں منسوب کیں ۔مثلاً:

❁ ''جس نے مجھے صفر کے اختتام پذیر ہونے کی خوشخبری دی تو میں نے اسے جنت کی بشارت دی''"مَنْ بَشَّرَ نِي بِخُرُوجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالجنَةِ"۔(۲)

❁ ''مہینہ کا آخری بدھ سراسر نحوست ہے''(۳)

❁ ''صفر میں ایک آواز پیدا ہوگی ،جس سے ربیع الاول میں قبائل جھگڑیں گے، پھر

(۱)صحیح بخاری:۱۴،صحیح مسلم:۴۴

(۲)الموضوعات الکبری 1 : /337

(۳)کشف الخفاء ا : /۱۸

جمادی الاول، و جمادی الاخریٰ اور رجب کے درمیان عجیب وغریب چیزیں رونما ہونگی“(۱)

یہ من گھڑت حدیث آج کل SMS کے ذریعے پھیلائی جاتی ہے اور اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے میں نحوست تھی؛ اس لیے سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس مہینے کے صحیح سلامت گذرنے پر جنت کی خوش خبری دی ہے۔ جب کہ یہ احادیث من گھڑت ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہے، چناں چہ:

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالجنَّةِ“ لَا أَصْلَ لَه“(۲)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی ؒ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ

”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالجنَّةِ “ قال القاري في الموضوعات تبعاً للصغاني :”لَا أَصْلَ لَه“(۳)

محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالجنَّةِ “ قال الصغاني ”موضوع“ وكذا قال العراقي (۴)

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وكذا (أي :موضوع) ”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالجنَّةِ“ قزويني، وكذا قال أحمد بن حنبل: اللآلئ عن

(۱) اللآ لی المصنوعۃ لسیوطی ۲ : / ۳۲۲

(۲) الأسرار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ، حرف المیم، رقم الحدیث 437 :، 2/ 324، المکتب الاسلامی

(۳) كشف الخفاء و مزيل الإلباس، حرف الميم، رقم الحديث 2418:، 2/ 538، مکتبۃ العلم الحدیث

(۴) الفوائد المجموعة في أحاديث الضعيفة والموضوعة للشوكاني، كتاب الفضائل، أحاديث الأدعية والعبادات في الشهور، رقم الحدیث ۱۲۶۰ :، ص ۵۴۵ :، نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ

أحمد و مما تدور في الأسواق و لا أصل له (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ: میں نے ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو ماہِ صفر میں سفر نہیں کرتے (یعنی: سفر کرنا درست نہیں سمجھتے) اور نہ ہی اس مہینے میں اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں، مثلاً: نکاح کرنا اور اپنی بیویوں کے پاس جانا وغیرہ اور اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان ”کہ جو مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے جنت کی بشارت دوں گا“ سے دلیل پکڑتے ہیں، کیا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک (سند کے اعتبار سے) صحیح ہے؟ اور کیا اس مہینے میں نحوست ہوتی ہے؟ اور کیا اس مہینے میں کسی کام کے شروع کرنے سے روکا گیا ہے؟ تو جواب ملا کہ ماہِ صفر کے بارے میں جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے، یہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو اہلِ نجوم کے ہاں پائی جاتیں تھی؛ جنہیں وہ اس لیے رواج دیتے تھے کہ ان کا وہ قول ثابت ہو سکے، جسے وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے؛ حالاں کہ یہ صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے (۲)۔

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص 116: کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(۲) فتاویٰ عالمگیری: ۵/ ۴۶۱

ماہِ صفر میں ہونے والے تاریخی واقعات

اس مہینے میں کئی اہم واقعات پیش آئے، جن کی وجہ سے اس مہینے کو تاریخ اسلام میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان میں سے چند واقعات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

ماہِ صفر ۲ھ میں جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اور رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی۔

دونوں جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی اور چہیتی بیٹی کا نکاح اسی ماہ میں کیا، اگر اس ماہ میں نکاح کرنا نحوست کی چیز ہوتی تو نکاح کے بعد کی زندگی میں کامیاب نہ ہوتی، یا اولاد نہ ہوتی، محبت باقی نہ رہتی، نوبت طلاق تک پہنچ جاتی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی، اور آپ رضی اللہ عنہا کی پانچ اولاد ہوئیں، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا، محسن رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں انتقال کر گئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب سے نہایت محبت تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کو بہت محبوب رکھتی تھی، یہ محبت ہی کامیاب نکاح کی علامت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا، بارگاہِ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا:

> ''آل ہشام، علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے لیکن میں اجازت نہ دوں گا اور کبھی نہ دوں گا، البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی مجھ کو اذیت دی''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسری شادی نہیں کی۔

واقعۂ بئر معونہ

ماہِ صفر ۴ھ کو بئر معونہ کا واقعہ پیش آیا، چند قبائل نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے منافقانہ روپ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قوم کو اسلامی احکام سکھانے کے لیے چند صحابہ کرامؓ کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ صفہ کی بہترین جماعت میں سے علماء وقراء کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ روانہ فرما دیا، ان منافقین نے راستہ ہی میں ایک کنویں کے قریب سب کو شہید کر دیا، صرف ایک صحابی حضرت عمر بن امیہ رضی اللہ عنہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

رجیع کا واقعہ

ماہِ صفر ۴ھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے اور امن و امان قائم رکھنے کی غرض سے جنگی دستوں کو بھیجنے کے ساتھ ساتھ مناسب موقع سے ثقافتی اور تبلیغی دستے بھی ان قبائل کی طرف بھیجتے رہتے تھے جو لاتعلق تھے، تا کہ اسلام کے معارف کی نشر و اشاعت ہو سکے اور کبھی خود قبائل کی درخواست پر بھی مبلغ بھیجے جاتے تھے۔

رجیع کا واقعہ احد کے بعد اس طرح پیش آیا کہ قبیلہ "عضل" اور "قارہ" کا ایک وفد رسول خدا کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ ہمارے قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اپنے اصحاب کی ایک جماعت آپ ہمارے یہاں بھیج دیں تا کہ وہ ہم کو قرآن اور احکام اسلام سکھائیں۔

رسول خدا نے فریضہ الٰہی کے بموجب چھ افراد کو ان کے ساتھ بھیجا اور مرثد بن ابی مرثد غنوی کو اس جماعت کا قائد معین فرمایا: مبلغین اسلام احکام الٰہی پہنچانے کے لیے ان دونوں قبیلوں کی طرف روانہ ہوئے کہ ان کے ایک ہاتھ میں اسلحہ اور دوسرے میں قرآن کے نوشتے اور سینہ میں علوم الٰہی اور عشق خدا تھا۔ مکہ سے ۷۰ کلو میٹر شمال کی جانب جب چشمہ رجیع پر پہنچے تو دونوں قبیلوں نے اپنا پیمان توڑ دیا اور ھذیل کی مدد سے ان پر حملہ کر دیا۔

معلمین قرآن نے اپنا دفاع کیا لیکن حملہ آوروں نے کہا کہ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ ہم تم کو قریش کے ہاتھوں زندہ بیچ دیں گے اور اس کے مقابل ان سے کچھ چیزیں حاصل کریں گے۔ تین مبلغین نے کسی بھی طرح اپنے کو ان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور نہایت بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، دوسرے تین افراد زید، خبیب اور عبداللہ نے اپنے کو ان کے حوالہ کر دیا۔ حملہ آور تینوں کو مکہ کی طرف لے گئے تاکہ ان کو قریش کے ہاتھوں فروخت کر دیں۔ ابھی آدھے راستہ ہی پہنچے تھے کہ عبداللہ نے تلوار پر قبضہ کر کے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان لوگوں نے دوسرے دو اسیروں کو مکہ کے بڑے لوگوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ زید کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلے خریدا تاکہ وہ ان کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے خون کے انتقام میں قتل کر دے۔ اور خبیب کو عقبہ بن حارث نے آٹھ مثقال سونے کے عوض خریدا تاکہ وہ ان کو اپنے باپ کے انتقام میں دار پر چڑھا دے جو بدر میں مارا گیا تھا۔

زید کی حیات کے آخری لمحہ میں ابوسفیان آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد قتل ہو جائیں؟ زید نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ محمد کے پیر میں ایک کانٹا بھی چبھے یا ان کو کوئی آزار پہنچائے اور میں صحیح وسالم بچ جاؤں۔

ابوسفیان نے کہا کہ:

”میں نے ابھی تک محمد جیسا کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے اصحاب میں اس طرح کی محبوبیت رکھتا ہو۔“

خبیب نے بھی چند دنوں تک زندان میں رہ کر شہادت پائی۔ شہادت کے وقت انہوں نے اجازت مانگی تاکہ دو رکعت نماز ادا کر لیں۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر گیا تو میں اور زیادہ نمازیں پڑھتا۔ پھر آسمان کی جانب رخ کر کے دعا کی۔ تختہ دار پر لٹکانے کے بعد ان کے سامنے کافروں نے یہ پیشکش رکھی کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ انہوں نے جواب میں خدا کی

وحدانیت کی گواہی دی اور کہا کہ خدا کی قسم روئے زمین کی ساری چیزیں مجھے دے کر اگر یہ کہا جائے کہ اسلام چھوڑ دو تو بھی میں اسلام نہیں چھوڑوں گا۔

اس مجاہد اور شہید کا پاکیزہ جسم ایک مدت تک تختہ دار پر لٹکا رہا، آخر کار خفیہ طور پر کسی نے اتارا اور دفن کر دیا۔(۱)

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

ماہِ صفر ۶ ھ میں حضرت ثمامہ بن اثال حنفیؓ نے اسلام قبول کیا۔

یہ قبیلۂ یمامہ کے سردار تھے، ایک سریہ میں مسلمانوں نے ان کو قید کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تین دن تک ثمامہ ستون سے بندھے رہے، پھر تین دن کے بعد آپ کو کھولا گیا تو آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق سے متاثر ہو کر بخوشی اسلام لے آئے، چند دن حضور ﷺ کی خدمت میں رہ کر یمامہ واپس پہنچے اور اپنے طور پر مکہ کا غلہ روک دیا، جس سے مکہ میں قحط ہو گیا یہاں تک کہ لوگ مردار کھانے لگے، کفارِ مکہ حضور ﷺ کی خدمت میں رحم کی درخواست لے کر حاضر ہوئے تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت ثمامہؓ کو حکم فرمایا کہ مکہ میں غلہ بھیجا جائے کیوں کہ وہ بھی انسان ہے، چناں چہ ثمامہؓ نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں مکہ مکرمہ میں غلہ بھیجنا شروع کر دیا(۲)

حضرت ثمامہ کے اسلام کی بنیادی وجہ حضور ﷺ کے عمدہ اخلاق تھے، آپ ﷺ اپنوں کے ساتھ تو خوش اسلوبی پیش آتے ہی تھے، لیکن حضرت ثمامہ نے دیکھا کہ ایک قیدی اور دشمن کے ساتھ بھی آپ ﷺ عمدہ اخلاق اور حسن سلوک کا مظاہرہ کر رہے ہیں، تو آپ نے جیسے آزدی پائی فوراً اسلام قبول کر لیا۔

---

(۱) تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۳۰، ۵۴۲

(۲) ماہِ صفر اور توہم پرستی :۱۶۶ مطبوعہ ادارہ غفران راولپنڈی

حضرت صفیہؓ کا نکاح

حضور ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیيؓ سے اسی ماہ ۷ھ میں نکاح فرمایا۔

حضرت صفیہؓ نے آپ ﷺ سے نکاح سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند اُن کی گود میں ہے، جب انھوں نے یہ یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے ایک زور کا طمانچہ مارا اور کہا کہ نبی موعود علیہ السلام کی بیوی بنے گی؟ جب خیبر فتح ہوا تو حضرت صفیہؓ گرفتار ہو کر حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں تھی، چوں کہ یہ بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھی اس لیے کسی صحابی کی درخواست پر آپ ﷺ نے حضرت صفیہ ہی کی رضامندی سے ان کی آزادی کو مہر بنا کر نکاح فرمالیا، کیوں کہ ایک عرب کی رئیسہ کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں تھا، خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا میں رسمِ عروسی ادا کی، اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمائی، وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہو گئیں۔

اگر صفر میں نکاح منحوس ہوتا تو آپ ﷺ اپنا نکاح ہرگز اس ماہ میں نہیں فرماتے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبول اسلام

صفر ۸ ہجری کو جرنیل اسلام حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت خالدؓ کی کتاب زندگی کا سب سے جلی عنوان اور سب سے روشن باب جہاد فی سبیل اللہ ہے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی میں گذرا، ان کے اسی ذوقِ جہاد اور شجاعانہ کارناموں کے صلہ میں ان کو دربار نبوی سے سیف اللہ کا لقب ملا تقریباً سوا سو لڑائیوں میں اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخم سے زخمی نہ ہوا ہو، ذوق جہاد میں کہا کرتے تھے کہ مجھے میدان جنگ کی وہ سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے لڑوں، اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے جس میں میری محبوبہ مجھ

سے ہمکنار ہو، آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے تو بڑی حسرت اور افسوس کیساتھ کہتے تھے کہ افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گذری اور آج میں بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں رگڑ کے جان دے رہا ہوں، خدا نے آپ کے قدموں میں یہ برکت دی تھی کہ جدھر رُخ کیا کبھی ناکام واپس نہ لوٹے خود کہتے تھے کہ میں جس طرف کارخ کیا فتحیاب ہوا، اس قول کی صداقت پر ان کے کارنامے شاہد ہیں، آں حضرت ﷺ کو ان کی شجاعت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ان کے ہاتھ میں علم آجاتا تو آپ مطمئن ہو جاتے، چناں چہ غزوۂ موتہ میں جب حضرت خالدؓ نے علم سنبھالا تو آں حضرت ﷺ نے غائبانہ فرمایا کہ اب لڑائی کا تنور گرمایا، چوں کہ سپہ گری ان کا آبائی پیشہ تھا، اس لیے ان کے پاس سامان حرف کافی تھا جس کو انھوں نے اسلام لانے کے بعد راہ خدا میں وقف کر دیا تھا۔

ان کی پوری زندگی سپاہیانہ تھی اس لیے مزاج میں حرارت اور تیزی تھی، ذرا سی خلافِ مزاج بات پر بگڑ جاتے تھے، لیکن اس تندمزاجی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی اور حق بات کو قبول کرنے اور دوسروں کے فضائل کے اعتراف میں عار نہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ مصلحت کی بنیاد پر ان کو سپہ گری سے معزول کر دیا تھا اور آپ کی جگہ ابوعبیدہ سپہ سالار مقرر ہوئے آپؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ اب اس امت کا امین تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے۔(۱)

حضور ﷺ کا آخری لشکر

حضور اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی قیادت میں لشکر ۲۷؍صفر المظفر ۱۱ھ کو ترتیب دیا، یہ آپ ﷺ کا ترتیب دیا ہوا آخری لشکر تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیرؓ از دی شاہ بصری کے دربار سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے، کہ مقام موتہ میں شرجیل بن عمر

(۱) سیر الصحابہؓ، ج:۳ ص: ۱۷۲، ۱۷۴

وغسانی نے ان کو شہید کر دیا، آنحضرت ﷺ نے اس کے انتقام میں حضرت زید کی زیر قیادت ایک سریہ روانہ کیا،لیکن یہ بھی شہید ہوئے اوران کے ساتھ اکابر صحابہ میں حضرت جعفر طیارؓ اورحضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بھی جام شہادت پیا، آنحضرت ﷺ کو ان بزرگوں کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، چنانچہ اپنی وفات کے کچھ دنوں پہلے ان شہدا کے انتقام کے لیے ایک اورسریہ روانہ کیااورچونکہ حضرت اسامہؓ کے والدحضرت زیدشہید ہوئے تھے،اس لیے اس سریہ کاامیر اسامہؓ کو بنایا،اس میں ان کی دلدہی بھی مدِنظر تھی،اوروالد کی شہادت کی وجہ سے انتقام کا جو جذبہ ان میں ہوسکتا تھا وہ دوسرے میں ممکن نہ تھا، چنانچہ صفر اا؁ھ میں آنحضرت ﷺ نےسریہ کی تیاری کاحکم دیااوراسامہؓ کوبلا کراس کے متعلق ضروری ہدایات فرمائیں،لیکن ابھی یہ سریہ روانہ نہ ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو بیماری کی علامات شروع ہوگئیں،مگر آپ پرحضرت زیدؓ اورجعفر کی شہادت کا اتنا اثر تھا،کہ اس کی روانگی ملتوی نہ فرمائی اورسریہ روانہ ہوگیا،بعض لوگوں کو یہ ناگوار ہوااورانہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لڑکےکومہاجرین اولین پرامیر بنایاہے،آپ کواس کی خبر ہوئی تواس سے بہت تکلیف پہنچی اوراسی بیماری کی حالت میں سر میں پٹی باندھے ہوئے نکلے اورمنبر پر چڑھ کرایک مختصر تقریر فرمائی کہ اسامہ بن زیدکو امیر بنانے میں بعض لوگوں نے جونکتہ چینیاں کی ہیں، اس کی اطلاع مجھ کوملی،اسامہ کی امارت پر یہ کوئی نیاواقعہ نہیں ہے،تم لوگ اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پربھی اعتراض کر چکے ہو،خدا کی قسم وہ افسری کا سزاوارتھااوراس کے بعداس کالڑکاافسری کاسزاوارہے،وہ مجھ کو بہت محبوب تھا،اوریہ بھی ہرحسن ظن کے لائق ہے اس لیےتم لوگ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آیا کروکہ وہ تمہارے بہتر لوگوں میں ہے،اس تقریر کے بعد آپ کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے،اسامہؓ آنحضرت ﷺ کو بیمار چھوڑ کر گئے تھے،اس لیے وہ بھی دیکھنے آجاتے تھے اتوار کے دن آنحضرت ﷺ کا مرض زیادہ بڑھ گیا،اسامہؓ منزل گاہ سےمزاج پرسی کے لیے آئے اس وقت آپ پرغفلت طاری تھی،اسامہؓ نے آکر بوسہ دیا،آپ بالکل خاموش تھے،تاہم اسامہؓ کی دعاکے لیے دست مبارک آسمان

کی طرف اٹھاتے تھے اور اسامہؓ پر رکھتے تھے، اسامہؓ دیکھ کر واپس گئے اور دوسرے دن صبح کو پھر دیکھنے آئے، اس دن افاقہ تھا، آپ نے اسامہ کو روانگی کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے فوج کو کوچ کا حکم دے دیا؛ لیکن قبل اس کے کہ اسامہؓ جرف سے روانہ ہوں، ان کی ماں ام ایمن کا آدمی ملا کہ رسول اللہ ﷺ کا وقت آخر ہے، فوراً مدینہ چلے آؤ، چنانچہ اسامہؓ، عمرؓ، اور ابوعبیدہؓ اسی وقت مدینہ پہنچے، اس وقت آنحضرت ﷺ اس دنیائے فانی کو چھوڑ رہے تھے، آپ کی وفات کے بعد پوری فوج جرف سے مدینہ آگئی اور یہ مہم اس وقت ملتوی ہوگئی اور اسامہ بن زیدؓ آنحضرت ﷺ کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہو گئے اور جسم مبارک کو قبر انور میں اتارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔(۱)

چونکہ آنحضرت ﷺ آخری وقت تک برابر اسامہؓ کو روانگی کی تاکید فرماتے رہے تھے، اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھتے ہی اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا؛ لیکن اسی درمیان میں ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ فی الحال اس مہم کو روک دیجئے خود حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو سکون کی حالت میں بھیجا تھا؛ مگر اب حالات دوسرے ہیں اس لیے فی الحال یہ مہم ملتوی کر دیجئے لیکن آپ نے جواب دیا کہ خواہ مجھ کو پرندے نوچ کھائیں، لیکن میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو پورا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہر حال آپ اس مہم کو روکنے پر آمادہ نہ ہوئے، اور فوج کو روانگی کا حکم دیا تھوڑی دور خود پیادہ پا رخصت کرنے کے لیے گئے، اسامہؓ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ سوار ہو کر چلیں، ورنہ ہم لوگ سواریوں سے اتر پڑیں گے، فرمایا نہ مجھ کو سوار ہونے کی ضرورت ہے، نہ تم کو اترنے کی، میرے پیروں کو اللہ کی راہ میں غبار آلود ہونے دو، (۲)

غرض حضرت ابوبکرؓ نے اس شان سے جیش اسامہؓ کو رخصت کیا، اور اسامہؓ نے منزل

(۱) طبقات ابن سعد حصہ مغازی: ۷ ۱۳

(۲) تاریخ الخلفاء سیوطی: ۷۱

مقصود پر پہنچ کر دشمنوں سے نہایت کامیاب مقابلہ کیا اور اپنے والد بزرگوار کے قاتل کو واصل جہنم کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں فتح کا مژدہ بھیجا، آپ اس فتح سے اس قدر مسرور ہوئے کہ اسامہؓ کی واپسی پر مہاجرین وانصار کو لے کر مدینہ سے باہر ان کے استقبال کو نکلے، اسامہؓ نہایت شاندار طریقہ سے مدینہ میں داخل ہوئے، آگے آگے بریدہ بن عصیب پرچم لہرا رہے تھے اور اس کے پیچھے اسامہؓ اپنے والد کے سبحہ نامی گھوڑے پر سوار تھے، مدینہ آتے ہی انہوں نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر گھر گئے۔(۱)

خلاصہ

یہ سب جاننے کے بعد بھلا کون مسلمان ایسا ہوگا جو اِس مہینے کو یا کسی بھی مہینے کو منحوس جانے اور کوئی نیک کام کرنے سے خود کو روکے، سطور گذشتہ میں ہم نے نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کے کچھ واقعات پیش کیے ہیں جو صفر کے مہینہ میں پیش آئے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی عرض کی گئی کہ اس مہینہ کو منحوس سمجھنا محض جہالت اور دین سے دوری ہے۔ اس مہینہ کے ابتدائی دنوں کو تیرہ تیزی کا نام دینا، جنات کا آسمان سے نزول، اس ماہ میں شادی کی تقریبات منعقد نہ کرنا وغیرہ یہ سب توہمات ہیں جن کی ہمارے مقدس دین میں کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے، اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

(۱)ابن سعد حصہ مغازی: ۷ ۱۳

مرتب کی کتابیں

(۱) ماہ محرم الحرام کی شرعی وتاریخی حیثیت

(۲) ماہ صفر المظفر کی شرعی وتاریخی حیثیت

(۳) ماہ ربیع الاول کی شرعی وتاریخی حیثیت

(۴) ماہ ربیع الآخر کی شرعی وتاریخی حیثیت

(۵) ماہ ذی الحجہ کی شرعی وتاریخی حیثیت